

## مذہب شیعہ ایک نظر میں

<?xml encoding="UTF-8">

شیعیت کیا ہے ؟

دین اسلام کو اس کے تمام نظری اور عملی تقاضوں کے ساتھ اختیار کرنا ۔

اسلام کے معنی ایک " سر نہادن بطاعت " کے ہیں اور دوسرے " سپردن " ۔ یہ دونوں باتیکس کے لئے ؟ اللہ کے لئے ۔ اسی کو دوسری لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ حکومتِ الہیہ کو اُس کے پورے تقاضوں کے ساتھ تسلیم کرنا جس کے لئے حاکم اور اُس کے مرتب کردہ نظام کی معرفت ضروری ہے ۔ یہ " اصول دین " ہیں اور پھر اُس نظام کے قواعد و ضوابط کو معلوم کر کے اُن پر عمل ہے ۔ یہ پابندی شریعت ہے جس کے خاص ارکان کو " فروع دین " کہتے ہیں ۔

یہ عقائد وہ ہیں جو عمل کا احساس پیدا کرتے ہیں اور اعمال وہ ہیں جو عقیدہ پر جلا کرتے ہیں ۔ جامع لفظ سے تعبیر کرنا چاہیں تو برابر کے دو جز ہیں " حق شناسی " و " فرض شناسی " ۔ اسی کو وسعت دی جائے تو عقائد و اعمال کی پوری دنیا آجائے گی اور انہی کے ماننے اور برتنے کا نام ہو گا " حقیقی اسلام " اور " شیعیت " جس کی تفصیل مجمل طور پر مندرجہ ذیل ہے :

اصول دین ( ۱ ) توحید ( ۲ ) عدل ( ۳ ) نبوت ( ۴ ) امامت ( ۵ ) قیامت۔

توحید

یہ ایک جامع عنوان ہے جس کے تحت حسب ذیل حقیقتیں مضمحل ہیں :

(۱) حدوث عالم ۔

یعنی دنیا اور اُس کی ہر چیز نابود تھی ۔ ہوا ، پانی ، آگ ، چاند ، سورج اور سیارے ۔ کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو ہمیشہ موجود ہو اور وہ چھوٹے چھوٹے ذرے بھی جن سے اس تمام دنیا میں مختلف شکلیں نمودار ہوتی ہیں وہ بھی قدیم یعنی ہمیشہ سے موجود نہیں ہو سکتے ، اس لئے کہ اُن میں حرکت موجود ہے اور حرکت کا ہونا خود زوال اور تغیر کی نشانی ہے ۔

(۲) خالق کا وجود ۔

جب یہ تمام کائنات ہمیشہ سے وجود نہیں رکھتی تو ضرور اُسکا کوئی وجود میں لانے والا ہے ۔ اُسی کو خالق کہتے ہیں ۔

(۳) خالق کُل وہ ہے جو سراسر ”ہستی“ ہے

اس لئے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ بھی اسی دنیا کا جزو ہوگا اور اُس کے لئے بھی کسی پیدا کرنے والے کی ضرورت ہوگی۔

(۴) خالق نے اس دنیا کو ارادہ و اختیار کے ساتھ پیدا کیا ہے

اس لئے کہ اُس کی پیدا کی ہوئی مخلوق میں حکمتیں اور مصلحتیں مضمحل ہیں اور ایک خاص انتظام نظر آتا ہے جو کسی بے شعور اور بے حس قوت کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔

(۵) کمال ذات از صفات۔

یعنی خدا کو سراسر ”ہستی“ ماننے ہی کا نتیجہ ہے کہ اُس کی ذات ہر حیثیت سے کامل ہو کیونکہ نقائص اور خرابیاں سب ”نیستی“ کے پھلو سے پیدا ہوتی ہیں اور خدا کی ذات میں نیستی کا گزر نہیں۔ تمام صفات ثبوتیہ و سلبیہ کا خلاصہ اتنا ہی ہے۔ نہ یہ کہ اُس میں علاوہ ذات کے نو صفتیں ہوں اور خدا ذات اور صفات کے مجموعہ کا نام ہو جس طرح عیسائی اُسے ایک ہوتے ہوئے تین مانتے ہیں۔ یہ تصور توحید خالق کے خلاف ہے اور تعلیم اہلبیت (ع) کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔

## صفات ثبوتیہ

کمال ذات کے تقاضوں کو صفات ثبوتیہ کہا جاتا ہے۔

۱۔ قدیم :

یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ کوئی اُس کی ذات سے جدا گانہ صفت نہیں ہے بلکہ اُس کے سراسر ”ہستی“ ہونے ہی کا تقاضا ہے کہ وہ ”واجب الوجود“ ہو یعنی اُس کی ذات کے لئے ”نیستی“ ممکن ہی نہ ہو اور جو واجب الوجود ہو اسی کو اصطلاحی معنی کے لحاظ سے قدیم کہتے ہیں کیونکہ ”حادث“ وہ ہوتا ہے جو ”نیستی“ کے بعد ”ہست“ ہوا ہو ورنہ وہی ہو گا جس کی ذات سے ”ہستی“ الگ ہو مگر جہاں ”ہستی“ ذات سے جدا ہی نہ ہو، اس میں نیستی کا شائبہ کہاں ممکن ہے لہذا اُسے یہی ماننا پڑے گا کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

۲۔ قادر:

یعنی ہر چیز پر قابو رکھتا ہے اور کسی امر میں بے بس نہیں ہے کیونکہ عاجزی نقص ہے اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اُس کی ذات کامل ہی کامل ہے، ناقص نہیں ہے۔ بے شک محال اور غیر ممکن چیزوں میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ اُن سے خدا کی قدرت کا تعلق ہو لیکن اس سے خدا کی ذات میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔

۳۔ عالم:

یعنی وہ ہر شے کا جاننے والا ہے اس لئے کہ جہالت نقص ہے اور خدا کی ذات ہر نقص سے بری ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیز اور چھوٹی سے چھوٹی بات خداوند عالم کے علم میں ہے۔ یعنی وہ حاضر و ناظر ہے۔ اُس کے علم میں کبھی تغیر نہیں ہوتا اور یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی امر کو پہلے نہ جانتا ہو پھر اس سے واقف ہو اسی لئے اس کے افعال میں ندامت اور پشیمانی کا گزر نہیں ہے۔

۴۔ حی:

وہ قدرت اور علم کا مالک ہے۔ اسی اعتبار سے کھا جاتا ہے کہ وہ زندہ حی ہے۔

۵۔ مدرک:

اُس کے صفات ثبوتیہ میں مدرک ہونا بھی ہے۔ اس کے معنی صحیح طور پر یہی ہیں کہ وہ تمام چیزوں کا جو احساس سے متعلق ہیں، جاننے والا ہے جس طرح مسموعات یعنی آوازوں کے جاننے کی بناء پر سمیع اور مبصرات یعنی دیکھنے کی چیزوں کے جاننے سے بصیر ہے۔ یہ عالم ہونے کے مفہوم کے شعبے ہیں۔ الگ الگ صفتیں نہیں ہیں۔ نہ یہ سمجھنا صحیح ہے کہ خدا کے جسمانی طور پر آنکھ اور کان ہیں جن سے وہ دیکھتا اور سنتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

۶۔ مرید:

قدرت کو علم اور مصالح کے مطابق صرف کرنے کی بنا پر وہ مُرید ہے یعنی ارادہ کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں کرتا۔

۷۔ متکلم:

اُس کے متکلم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ زبان و دھن سے کلام کرتا ہے بلکہ اپنی قدرت سے اپنے علم کے مطابق جب چاہتا ہے اپنی طرف نسبت کے ساتھ کلام پیدا کر دیتا ہے۔

صفات سلبیہ یعنی نقائص سے پوری طرح بری ہونا ، اس کے تحت جو کچھ باتیں آئیں انہیں صفات سلبیہ کہتے ہیں ۔ اس میں چند باتیں جو خصوصیت کے ساتھ سمجھنے کی ہیں حسب ذیل ہیں :

۱۔ خدا کا کوئی شریک نہیں ۔

یہ اصل توحید ہے ۔ اس کا ثبوت اسی سے ظاہر ہے کہ خدا ایک کامل ” وجود “ ہے ۔ اگر اُس کے ساتھ دوسرے کی ضرورت ہو تو وہ کامل نہ رہے گا ، ناقص ہو جائے گا ۔  
اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر دو کی طاقت کا مجموعہ ایک سے زیادہ نہیں ہے تو دوسرا بیکار محض ہے اور اگر زیادہ ہے تو ہر ایک ناقص اور محدود ہیں اور خدائی کے قابل نہیں ہے ۔

۲۔ خدا مرکب نہیں ہے

یعنی اُس کے اجزاء نہیں پائے جاتے کیونکہ اس صورت میں وہ اُن اجزاء کا محتاج ہو گا اور اجزاء اُس سے مقدم ہوں گے ۔ لہذا وہ سب کا پیدا کرنے والا نہیں قرار پاسکے گا ۔

۳۔ خدا جسمیت نہیں رکھتا

کیونکہ ہر جسم کا مرکب ہونا ضروری ہے اور یہ معلوم ہو چکا کہ خدا مرکب نہیں ہے ۔

۴۔ خدا کسی مکان اور سمت میں نہیں ہے

کیونکہ اس صورت میں وہ محدود ہو جائے گا اور محتاج قرار پائے گا اور اس کی ذات پابندی و احتیاج سے بری ہے ۔

۵۔ حلول و اتحاد نہیں ہو سکتا ۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک چیز دوسرے میں ہو کر پائی جائے اس طرح کہ اُس کی صفت بن جائے جیسے رنگ و بو پھول میں یا دو چیزیں اس طرح ایک ہو جائیں کہ ایک طرف اشارہ عین دوسرے کی طرف اشارہ قرار پائے ۔ خدا کی ذات اس سے بالکل بری ہے کیونکہ اُس صورت میں وہ محتاج اور محدود ہو جائے گا اور ناقص کے ساتھ یکساں بلکہ ایک ہو کر خود بھی ناقص ہو جائے گا ۔

٦۔ وہ مرئی نہیں ہے ۔

یعنی اُس کو آنکھوں سے دیکھنا نا ممکن ہے کیونکہ آنکھوں سے وہی چیز دیکھی جاتی ہے جو سامنے ہو اور رنگ و شکل رکھنے والا جسم ہو ۔  
خدا نہ جسم ہے ، نہ رنگ و شکل رکھتا ہے ، نہ کسی خاص سمت میں محدود ہے اس لئے اُس کے دیدار کا اعتقاد صحیح نہیں ہے ۔

٧۔ اُس کی ذات میں تغیرات کا ہونا اور حالتوں میں تبدیلی پیدا ہونا ممکن نہیں ہے

کیونکہ یہ پیدا ہونے والی حالت اگر کمال ہے تو اس کی ذات سے جدا نہیں ہے اس لئے ہمیشہ سے یہ کمال ثابت ہوگا اور اگر کمال نہیں ہے تو اس کی ذات سے اس کا تعلق نہیں ہو سکتا ۔  
بے شک اُس کے افعال دنیا میں مصالح کے مطابق مختلف صورتوں سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور مصلحتوں کی تبدیلی سے اُن میں تبدیلیاں بھی ہوتی ہیں ۔ انہی کو ” بداء “ کہا جاتا ہے لیکن ان تمام تبدیلیوں کا علم اُس کو ہمیشہ سے ہوتا ہے اس لئے نہ وہ علم کے تغیر کا سبب ہیں اور نہ پشیمانی و ندامت کا نتیجہ ۔

٨۔ خدا کے صفات اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں

اس لئے کہ اگر خدا کی صفتیں ذات کے علاوہ ہوں تو خود ذات کمال سے خالی ہو گی اور صفتوں کی محتاج ہو گی پھر اُس کو ان صفتوں سے متصف ہونے کے لئے کسی دوسرے سبب کی ضرورت ہو گی اور اس طرح خدا کی ہستی اپنے کمال میں غیر کی محتاج ہو جائے گی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ غیر اُس سے مقدم ہو گا اور اس طرح توحید کہ جو تمام اُصول کی اصل ہے ، باقی نہیں رہ جائے گی ۔

## عدل

خدا کے تمام افعال حکمت اور مصلحت کے ساتھ ہوتے ہیں ۔ وہ کوئی بُرا کام نہیں کرتا اور نہ کسی ضروری کام کو ترک کرتا ہے ۔ اُس میں حسب ذیل نکات داخل ہیں :

(١) دنیا کے تمام افعال بجائے خود یا اچھے ہیں یا برے ۔ یہ اور بات ہے کہ کسی بات کی اچھائی ، برائی ہماری عقل پورے طور پر نہ سمجھ سکے لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ حقیقۃً بھی وہ اچھے یا برے نہیں ہیں ۔ خدا جو کام کرتا ہے وہ اچھا ہی ہوتا ہے ۔ برا کام وہ کبھی نہیں کرتا ۔ خدا ظلم اور نا انصافی سے بری ہے ، یہ نہیہو سکتا کہ وہ بندوں کو غیر ممکن باتوں کا حکم دے یا ایسے کام کرنے کا حکم دے جو بالکل فضول ہوں اور جن کا کوئی فائدہ نہ ہو ۔ اس لئے کہ یہ تمام باتیں نقص ہیں اور خدا ہر نقص سے بری ہے ۔

(۲) خدا نے انسان کو اُس کے افعال میں خود مختار بنایا ہے یعنی وہ جو کچھ کام کرتا ہے اپنے ارادہ و اختیار سے کرتا ہے۔ بے شک یہ قدرت خدا کی طرف سے عطا کی ہوئی ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو اس قدرت کو سلب کر لیتا ہے لیکن جب وہ قدرت کو سلب کر لے تو انسان پر ذمہ داری باقی نہیں رہ سکتی یعنی اُس صورت میں جو کچھ سرزد ہو اُس پر کوئی سزا نہیں دی جاسکتی جیسے پاگل آدمی۔

خدا بندوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ اچھے کاموں پر وہ انعام عطا کرتا ہے اور برے کاموں پر سزا دیتا ہے۔ اگر اُس نے انہیں مجبور پیدا کیا ہو یعنی وہ خود ان کے ہاتھوں سب کچھ کام کراتا ہو تو احکام نافذ کرنا اور جزا و سزا دینا بالکل غلط اور بے بنیاد ہو گا۔ خدا کی ذات ایسے غلط اور بے جا طرز عمل سے بری ہے۔

(۳) خدا کو بندوں کے تمام افعال کا علم ہمیشہ سے ہے لیکن اُس کا علم ان لوگوں کے افعال کا باعث نہیں ہوتا بلکہ چونکہ یہ لوگ ان افعال کو اپنے اختیار سے کرنے والے ہیں اس لئے خدا کو ان کا علم ہے۔

(۴) خدا کے لئے عدالت کو ضروری قرار دینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ ظلم، فعل شر یا فعل عبث پر قادر نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ خدا کی کامل ذات اور اُس کے علم و قدرت کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ظلم و فعل شر وغیرہ کا ارتکاب کرے۔ اس لئے اُس سے ان افعال کا صادر ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔

### عقیدہ توحید و عدل کا انسانی معاشرہ پر اثر

توحید سے عالم انسانیت ایک مشترک نقطہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو سب کا مرکز قرار پائے۔ ہزار نسل، وطن، قوم اور رنگ کے تفرقوں کے باوجود دنیا خدائے واحد کے اقرار سے ایک ایسے نظام میں منسلک ہو جاتی ہے جس پر حاکم خود اسکی ذات ہے جو سب کا خالق اور معبود ہے۔

علاوہ ازیں اس سے انسان میں احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ مطلق العنان نہیں ہے۔ اگر سب ذاتی خواہشوں کے غلام ہوتے تو ہر ایک کی طبیعت اور خواہش کے اختلاف سے مقصد اور عمل میں اختلاف پیدا ہو سکتا تھا مگر یہ سب ایک حاکم کے فرماں بردار ہیں اس لئے اُن کا آہنگ عمل اور مقصد ایک ہونا چاہئے۔ یہ حاکم کیسا ہے؟ حاضر و ناظر ہے۔ ہر جگہ موجود ہے اور ہر بات کو جانتا ہے۔ اس لئے انسان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ کوئی بات خلاف قانون بجا نہ لائے، کسی کام کو چوری چھپے کرتے ہوئے مطمئن نہ ہو کہ کسی نے نہیں دیکھا کیونکہ اُسی نے دیکھا ہے جس کے ہاتھ میں جزا و سزا ہے۔

وہ ایک اکیلا ہے۔ کوئی اُس کا مدّ مقابل نہیں۔ اس لئے بس اُسی کی رضا مندی کی فکر رہنا چاہئے اور اُسی کی ناراضگی سے اجتناب چاہئے اُس کی طاقت ہر ایک پر غالب ہے اس لئے ناحق کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے اس لئے اپنی ناتوانی سے کبھی نا اُمید نہیں ہونا چاہئے۔

اس عقیدہ سے ایسی انسانی برادری کی تشکیل ہوتی ہے جس میں ہر ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد و مساوات کا احساس رکھتا ہو اور سب ایک نصب العین پر گامزن ہوں۔ سب اپنی خواہشوں کو مشترک مقصد اور اصول

میں فنا کر دیں اور خلوت و جلوت ہر حالت میں، سب اپنے واحد حاکم کی رضا مندی کے طلبگار رہیں اور کسی وقت قانون کے احترام کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اس جماعت کے افراد میں خود داری ہو کہ وہ کسی مادی طاقت کے سامنے سر نہ جھکائیں، بلند حوصلگی ہو کہ کسی دشوار مقصد کو نا ممکن نہ سمجھیں اور اعتماد ہو جس سے کبھی اپنے دل میں یاس کا گزر نہ ہونے دیں۔

یہی وہ عناصر ترقی ہیں جو بلند مرتبہ اقوام کے شایان شان ہیں۔ عدل کے ماتحت یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اُس کا قانون جو اس کے تمام کاموں میں جاری ہے وہ عدالت ہے لہذا وہ بندوں سے بھی انصاف اور عدالت کا طالب ہے۔ اُس نے ہمیں ایک امانت دی ہے جس کا نام ہے ”قوت اختیار“ ہمیں اس اختیار کو قانونِ عدالت کے مطابق صرف کرنا چاہئے۔

اس عقیدہ سے اس برادری میں جو انسانیت کے حدود میں قائم کی گئی ہے، تبادلاً حقوق اور انصاف و مساوات کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔ اس برادری کے افراد ایک دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے کیونکہ یہ ظلم ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک کو دوسرے پر دولت و ثروت یا طاقت و اقتدار میں جو فوقیت نظر آتی ہے بالکل وقتی ہے اور عارضی۔ خالق کی نگاہ میں ان سب کے لئے ایک قانون ہے۔ گناہ امیر کرے یا غریب ہر ایک کو سزا ملے گی، ہر ایک کو جزا ملے گی وہاں اُس کی دولت مندی کچھ کام نہ آسکے گی۔ نہ وہ رشوت دے کر اپنے بچاؤ کا سامان نکال سکے گا۔ اسی طرح اچھا کام امیر کرے یا غریب کرے ہر ایک کو جزا ملے گی۔ اُس کی غربت اُس کی کس مپرسی کا باعث نہ ہو گی۔ اس طرح ہر شخص کو اپنے فرائض کا احساس پیدا ہوتا ہے اور اپنے اعمال کی جانچ کی ضرورت پڑتی ہے۔ افراط اور تفریط، اسراف اور کنجوسی سب ظلم ہیں اور ہر چیز میں وسط کا نقطہ، عدالت کا مرکز ہے۔ انسانی کمالات کی دنیا اسی اعتدال کے نقطہ پر مبنی ہے۔ خدا کو عادل سمجھنا، اس اعتدال کی پابندی کا واحد محرک ہے اور اسی لئے جو اس اعتدال پر قائم رہیں انہیں عادل کہا جاتا ہے اور سچے مسلمان وہی ہیں جو عدالت کی صفت سے ممتاز ہوں۔

نبوت اس کے تحت حسب ذیل باتیں ہیں :-

(۱) انسانی جماعت کو صحیح راستے پر چلانے کے لئے خدا کی جانب سے رہنما اور مصلح مقرر ہوتے رہے ہیبتاکہ ان کے ذریعہ سے اُن کو خداوندی احکام پہنچتے رہیں اور انتظامِ خلق دُرست رہے۔ ان مصلحین کو جو خدا کی طرف سے احکام پہنچانے کے لئے مقرر ہوتے ہیں، نبی اور رسول کہتے ہیں اور انسانوں کی بھبودی کے لئے جو تعلیمات خدا کی طرف سے کسی معلم کے ذریعہ آتی ہیں اُن تعلیمات کے مجموعہ کو ”شریعت“ کہتے ہیں اور وہ رسول کے ذریعہ سے دنیا تک پہنچتی ہیں۔

(۲) انسانی آبادی کا کوئی خطہ اور کوئی طبقہ خدا کی جانب سے رہنمائی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ممکن ہے کہ بعض اقوام اور بعض ممالک کے متعلق ہم کو صحیح علم نہ ہو کہ خدا کی طرف سے اُن کی سچی رہنمائی کن اشخاص سے متعلق تھی لیکن یہ کلیہ بھر حال صحیح ہے کہ ہر قوم کے لئے خدا کی طرف سے رہنما ضرور قرار دیا گیا ہے۔

(۳) انبیاء یعنی خدا کی طرف سے مقرر شدہ مصلحین عملی حیثیت سے دنیا کے لئے نمونہ ہوتے ہیں اس لئے

انہیں گنہگار نہیں ہونا چاہئے اور نہ غلطیوں میں مبتلا ہونا چاہئے۔ اور نہ ہی بھول چوک میں گناہ کا مرتکب ہونا چاہئے۔ اگر ایسا ہو گا تو اُن کے ہاتھوں خلق خدا کے گمراہ ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گا اور ایسے اشخاص کا جن سے یہ اندیشہ ہو، خدا کی طرف سے مقرر کیا جانا درست نہیں ہے۔

(۴) خدا کی طرف سے مقرر شدہ نبی کے پاس کوئی ایسی غیر معمولی مخصوص بات ہونا ضروری ہے جس کو وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرے اور کوئی دوسرا شخص اس کے مقابلہ میں اس کی مثال پیش نہ کر سکے۔ ایسی غیر معمولی بات کو ”معجزہ“ کہتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو سچے اور جھوٹے میں کوئی تمیز نہ ہو گی اور ہر شخص نبوت کا دعویٰ آسانی کے ساتھ کر سکے گا۔

(۵) ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ کا سب سے بڑا معجزہ جو دنیا کے سامنے ہمیشہ کے لئے باقی ہے، قرآن مجید ہے۔ یہ اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے بھی معجزہ تھا اس لئے کہ اُس کی فصاحت و بلاغت انسانی طاقت سے بالاتر تھی اور اب بھی معجزہ ہے اور ہمیشہ معجزہ رہے گا۔

(۶) قرآن خدا کا کلام ہے یعنی وہ رسول کی ذاتی طاقت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے اُن کے دل پر اتارا گیا ہے۔ قرآن رسول کے زمانہ ہی میں متفرق طور پر لکھ کر بطور کامل جمع کر لیا گیا تھا۔ بعد وفات رسول اسے کتابی صورت دی گئی۔ نہ اُس میں کوئی زیادتی ہوئی ہے اور نہ کمی اور نہ تبدیلی۔

(۷) شریعت اسلام اپنی جامعیت کے لحاظ سے ہر زمانہ کے ضروریات کے لئے مکمل حیثیت رکھتی ہے اس لئے اس شریعت کے بعد کسی شریعت کے آنے کی ضرورت نہیں رہی اور نہ حضرت محمد مصطفیٰ کے بعد کسی نبی و رسول کے آنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر اعلان کر دیا گیا ہے کہ یہ سب سے آخری رسول ہیں اور خود پیغمبر نے بھی بتلایا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی و رسول آنے والا نہیں ہے۔

### عقیدہ رسالت کا عملی تقاضا

رسول، خدا ئے احکم الحاکمین کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اُس کے احکام خدا کے احکام ہوتے ہیں لہذا کسی کو رسول کے مقابلہ میں رائے زنی، عقل آزمائی اور طبع آزمائی کا حق نہیں ہے۔ نہ اُس کے فیصلہ کے بعد کسی چوں و چرا کا موقع ہے۔ اس طرح رسول کے اقتدار کے تحت آپس کی طرفداری، جاہ طلبی، خود غرضی، انانیت، جبروت اور نفسانیت سے پیدا شدہ ہر کشمکش کو جو جماعت کے افتراق کا باعث ہوتی ہے، ختم ہو جانا چاہئے۔ اسی میں جماعت کی تنظیم اور ترتیب اور تمام افراد کی فرض شناسی کا راز مضمر ہے۔



چونکہ رسول کی زندگی دار دنیا میں محدود ہے اور وہ شریعت جس کی تبلیغ رسول کی زبانی ہوئی ہے اُس کی حفاظت نیز افراد ملت کی عملی تربیت اور اُن کو احکام شریعت کی صحیح تعلیم دینے کی ضرورت ہے اس لئے رسول کے بعد آپ کا ایک جانشین ہونا ضروری ہے جو تمام افراد ملت میں پورے طور پر اس رسول کی شریعت اور تعلیم کی حفاظت کرنے کے قابل ہو۔ یہ جانشین امام ہوتا ہے اور یہی رسول کا واقعی خلیفہ ہوتا ہے۔ اس جانشین کا انتخاب خدا کی جانب سے پیغمبر خدا کے ارشاد پر ہونا چاہئے اس لئے کہ اگر رسول کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد عام افراد کو اُن کی رائے، خواہش اور مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو مطلق العنانی اور خود غرضی بر سر کار آجائے گی جس کا نتیجہ افتراق و انتشار و ابتری کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا اور اس طرح جو شیرازہ پیغمبر خدا کی اطاعت مطلقہ کی بناء پر جمع ہوا تھا وہ بکھر جائے گا۔ امامت منصوصہ کا عقیدہ اس اجتماعی انتشار کا سدّ باب ہے۔ اس کے تحت حسب ذیل امور ہیں۔

(۱) رسول کے بعد بھی خداوندی قانون پر دنیا کو چلانے کے لئے مرکز موجود رہتا ہے۔

(۲) یہ مرکز ایسا ہوتا ہے جو خود قانون پر عمل کا بہترین نمونہ ہوتا ہے اس لئے اسے بھی گناہوں اور خطاؤں سے بری ہونا ضروری ہے ورنہ پھر اُس کے ہاتھوں خلق خدا کی گمراہی کا امکان ہو گا اور مفاد امامت ختم ہو جائے گا۔

(۳) اسلام کسی شہنشاہیت کی بنیاد قائم نہیں کرتا بلکہ انسانیت کا نظام بناتا ہے اور ایک قوم کی تشکیل کرتا ہے جو انسانیت کا صحیح نمونہ ہو اور اس نظام انسانیت کے لئے ایک محافظ قرار دیتا ہے جو تمام انسانوں کا واحد مرکز ہو۔ یہ اپنے زمانہ میں رسول ہیں اور رسول کے بعد اُن کے نامزد کردہ جانشین یعنی امام اور اگر امام براہ راست راہنمائی کے لئے سامنے نہ ہوں تو ایسے افراد جو اُن کی تعلیمات سے زیادہ سے زیادہ مطلع اور ان پر عامل ہوں۔

(۴) امام کے مقابلے میں کسی کو حکومت کا حق نہیں ہے اور اگر اس طرح کی حکومت قائم ہو تو غیر شرعی ہو گی۔

(۵) نظریہ امامت میں صرف قرابت یعنی رسول سے رشتہ داری کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ اصل معیار صفات کی بلندی اور اُس کے لحاظ سے خالق کی جانب سے بحیثیت جانشین رسول نامزد ہونا ہے اور اسی لئے محبت اہلبیت (ع) نجاتِ آخرت کے لئے ضروری ہے اور بغیر اس کے انسان با ایمان نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ انہیں ہستیوں کی محبت ہے جو اپنے کردار کے لحاظ سے ”معصوم“ ہیں اور جنہیں خالق کی طرف سے ہدایت خلق اور نیابتِ رسول کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

(۶) چونکہ ہدایت خلق اور حفاظت شریعت کا کام مستقل طور پر قائم ہے۔ اس لئے اس سلسلہ کی کسی فرد کا آخر عمر زمانہ تک موجود رہنا ضروری ہے اور جب کہ وہ آنکھوں کے سامنے نہ ہو تو اُسے پردہ غیب میں باقی و برقرار اور اپنے طور پر بر سر کار ماننا ضروری ہے۔

قیامت اس کے تحت حسب ذیل امور ہیں۔

(۱) خدا کی طرف سے بندوں کو اُن کے اچھے اور برے افعال کا صلہ ملنا ضروری ہے۔ جو اچھے کام کریں گے انہیں جزا اور جو برے کام کریں گے انہیں سزا ملے گی اس لئے کہ خدا عادل ہے اور عدالت کا تقاضا یہی ہے۔

(۲) جزاء و سزا کے لئے ایک دن مقرر ہے جسے ”قیامت“ کہتے ہیں اس دن سب مرنے والے دوبارہ زندہ ہوں گے تاکہ انہیں جزا و سزا دی جائے ۔

(۳) جزاء یعنی اچھے کاموں پر جو انعام کا اعلان ہے وہ کبھی ٹل نہیں سکتا لیکن گناہوں پر سزا کا جو اعلان ہے وہ صرف استحقاق کا پتہ دیتا ہے یعنی یہ شخص سزا کے قابل ہے لیکن عفو و کرم کے ماتحت ہو سکتا ہے کہ خدا اس سے درگزر کر دے ۔ اس کا نام ”مغفرتِ ذنوب“ یعنی گناہوں کی بخشش ہے ۔

(۴) ان گناہوں کی بخشش کبھی بارگاہ الہی میسر سول یا ائمہ (ع) دین کی عرضداشت سے بھی ہوتی ہے ۔ اس کو شفاعت کہتے ہیں ۔

## اصول دین کا خلاصہ یا اصل جوہر

مذکورہ بالا اصول دین کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کو قبول کرنے کے بعد ایک ایسی قوم کی تشکیل ہوتی ہے جو خدا کی بادشاہت کو تسلیم کرتی ہے اور اسی کے ماتحت اس کے مقرر کردہ حاکم (رسول) اور اس کے نائبین (اولوالامر) یعنی ائمہ معصومین (ع) کے احکام پر وفاداری کے ساتھ عمل کرتی ہے ، خالق کی عظمت کے مقابلہ میں کسی دنیوی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتی اور اسی طرح کسی باطل اقتدار کی بیعت کے لئے بھی تیار نہیں ہوتی اور اقتدار الہی کے مقابلہ میں خود اپنے ذاتی اختیار اور ذاتی رائے سے کبھی کام نہیں لیتی اور اس کے مقرر کردہ مرکز سے منحرف نہیں ہوتی اسی کا نام ”شیعیت“ اور یہی ہے ”حقیقت اسلام“ ۔ اصول دین کے نمایاں پہلو یہ ہیں ۔

(۱) خالق کی ذات کو اس کے شایان شان کمالات کے ساتھ ماننے کا نام توحید ہے ۔

(۲) خالق کے افعال کو اس کی شایان شان حکیمانہ رفعت کے ساتھ ماننا عدل ہے ۔

(۳) رہنمایان دین جو اللہ کے مقرر کردہ ہیں، کو کامل طور پر کردار کی ہرپستی سے بلند ماننے کا نام ”عصمت“ ہے ،

جو نبوت و امامت کا لازمی جزء ہے ۔

(۴) خالق کی طرف سے رہنمائی کے نظام کو تا قیامت باقی ماننے اور ”حکومت الہیہ“ کو اس کے تمام تقاضوں کے ساتھ قبول کرنے کا نام ”امامت“ ہے ۔

(۵) جزا و سزا کے لئے اس دورِ زندگی کے اختتام پر ایک دوسرے دورِ حیات کو تسلیم کرنا قیامت ہے ۔

## مذہب شیعہ کی خصوصیات

(عقائد کے لحاظ سے)

(۱) تنزیہ خالق یعنی خداوند عالم کے کمال ذات کے خلاف کسی طرح کے بھی نقص ، کسی طرح کی جسمانیت ، خدا کی غیر خدا کے ساتھ کسی طرح کی بھی مشابہت کو گوارا نہ کرنا ۔

اسی بناء پر، دنیا یا آخرت کسی بھی عالم میں ، وہ جسمانی آنکھ سے خالق کے دیدار کو صحیح نہیں سمجھتے ۔

اس کے لئے ذات کے علاوہ صفات نہیں سمجھتے کیونکہ اس طرح ذات اپنے کمال میں صفات کی محتاج قرار پاتی ہے ۔ صفات خدا عین ذات خدا ہے ۔

ذات خالق کے سوا کسی قدیم کا تصور نہیں کرتے مثلاً اگر ذات کے علاوہ اس کے کلام کو بھی قدیم سمجھا جائے یا مزید آٹھ صفتوں کو قدیم سمجھا جائے تو صفتِ قدّم میں ذات الہی کے شریک دوسرے امور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جس طرح تمام ادیان عالم میں دین اسلام میتوحید سب سے زیادہ مکمل ہے اُسی طرح تمام فرق اسلامیہ میں شیعہ مذہب کی توحید سب سے زیادہ خالص ہے ۔

(۲) عدل الہی کو اس کے پورے تقاضوں کے ساتھ تسلیم کرنا جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ خالق کے افعال میں کوئی غلط، برا کام نہیں ہو سکتا ۔

(۳) شیعہ اتنی ہمہ گیری کے ساتھ ”حق کو طاقت“ مانتے ہیں کہ خالق کے افعال میں بھی سوا ئے حقانیت اور انصاف کے کسی دوسرے تصور کے قائل نہیں ہیں ۔

یہ خیال کہ وہ قادر مطلق ہے لہذا اس پر کوئی پابندی نہیں ”طاقت کو حق“ سمجھنے کا نتیجہ ہے جو شہنشاہان خود مختار کی مطلق العنانی کا سنگ بنیاد ہے ۔ شیعہ اس تصور کے شروع سے آخر تک خلاف ہیں ۔